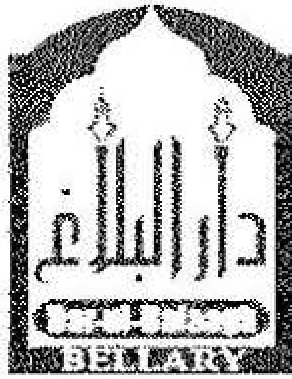
ایمان باللہ

کی حقیقت

ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن

WWW.IRCPK.COM



Published by:

Dar-ul-Balaagh

Publishers & Distributors

2nd Cross Rajyothsava Nagar,R.G. Road,
Bellary, 583101 **KARNATAKA, INDIA**
Tel: + 91(8392) 274372 - Mob: + 91-9844008386
www.islamhouse.com - www.allaahuakbar.net
iqrabel@yahoo.com - iqra@dartawheed.com

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

شفيق الرحمن، سيد

مقتضيات الإيمان بالله عز وجل./ سيد شفيق الرحمن .- الرياض، ١٤٢٦هـ

٤٠ ص؛ ١٢×١٧ سم

ردمك: ٦-٥٦٤-٤٧-٩٩٦٠

(باللغة الأوردية)

١ - الإيمان   أ - العنوان

ديوى ٢٤٠   ١٤٢٦/١٣٨٥

رقم الإيداع: ١٤٢٦/١٣٨٥

ردمك: ٦-٥٦٤-٤٧-٩٩٦٠

تقسیم کنندہ

1- **مکتبہ بیت السلام -الریاض**

موبائل: 0505440147 فون:4460129 فیکس:4462919

2- **دار الفرقان للنشر والتوزیع - الریاض**

موبائل:0507419921 فون:4358646 فیکس:4357322

3- **دار البلاغ للنشر**: موبائل: 0502894152

فہرست

عرض ناشر

لا إلٰـه إلا اللّٰه دوحصوں پر مشتمل ہے، پہلے جزء لا إلٰه میں باطل معبودوں کی نفی ہے اور دوسرے جزو إلا اللّٰه میں صرف اللہ کے معبود ہونے کا ذکر ہے پس لا إلٰه إلا اللّٰه کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں. جو شخص اس کلمہ کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہوئے پڑھے گا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے گا اس کے منافی تمام امور سے بچے گا اس کا اللہ پر ایمان درست ہوگا.

اور جو شخص اللہ پر ایمان کے دعویٰ کے ساتھ شرک اکبر میں ملوث ہوا اس کا ایمان اس کو فائدہ نہیں دے گا.

آج بہت سے لوگ کہانی، قصوں، خوابوں اور خودساختہ کرامات پر اعتماد کرتے ہیں اور ایمان باللہ کی حقیقت سے ناآشنا ہیں.

ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن نے اپنے اس مفید کتابچہ میں واضح کیا ہے کہ اللہ پر ایمان کا کیا مطلب ہے. غیر اللہ کی بندگی کیا ہوتی ہے اور صحیح عقیدہ سے انحراف کے اسباب کیا ہیں. اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے. ان کی اس کوشش کو نفع بخش بنائے اور لوگ اس کے ذریعے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی حاصل کریں.

''دارالبلاغ''لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی خاطر اس کتابچہ کو شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے.

آپ کا دینی بھائی
ابوعبداللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَعُوْذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ﴾.

''نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیرلو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے'' [البقرہ:۱۷۷].

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور بھلی بری تقدیر (کے اللہ کی جانب سے ہونے پر) ایمان لاؤ'' (ان کو ایمان کے ارکان کہتے ہیں) [مسلم:۱].

آیت اور حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ اصل نیکی ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان پہلا رکن ہے. اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں چار باتیں شامل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان:

جو شخص بھی کائنات کے تمام اجزاء کے درمیان موجود گہرے ربط وضبط کو دیکھے گا وہ پکار اٹھے گا کہ کوئی ذات ہے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے، یہ کائنات نہ تو اتفاقیہ طور پر وجود میں آئی ہے اور نہ خود اپنی خالق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس عقلی دلیل کا یوں ذکر فرمایا:

﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ﴾.

''کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں'' [الطّور:۳۵].

اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار سوائے دہریوں اور کیمونسٹوں کے کسی نے نہیں کیا.

۲- اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان:

صرف اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا رب ہے یعنی اس کائنات کو پیدا کرنے والا، اس کائنات کا مالک اور اس کائنات کا انتظام چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے، وہی عزت دیتا ہے، وہی ذلت دیتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، دن اور رات کو وہی بدلتا ہے، زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے اس میں اس کا کوئی شریک اور مددگار نہیں ہے، مشرکین مکہ اور ہر دور کے مشرکین توحید ربوبیت پر ایمان رکھتے ہیں.

لیکن توحید ربوبیت پر ایمان مشرکین مکہ کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہوا. سیدنا محمد ﷺ نے انہیں اس بات کی دعوت دی کہ اللہ ہی کو الٰہ یعنی معبود حقیقی بھی تسلیم کرو. چونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعوت قبول نہ کی تو آپ نے توحید ربوبیت پر ان کے اقرار کے باوجود ان سے قتال کیا اور قیامت کے دن مستقل جہنمی ہونے کی وعید سنائی.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾.

''اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے انہیں غالب دانا اللہ نے ہی پیدا کیا'' [الزخرف:۹].

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾.

''اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں؟'' [الزخرف:۸۷].

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾.

''پوچھئے! کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ ہے؟ کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں مل سکتی؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ ہی ہے'' [المومنون:۸۹].

آج بہت سے کلمہ گو قبروں پر جا کر شرک کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کو خالق، رازق، زندگی عطا کرنے والا اور موت دینے والا مانتے ہیں لہذا ہمارا اللہ پر ایمان درست ہے. وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، جب تک وہ تنہا اللہ ہی کو عبادت کا حقدار نہ سمجھیں مسلمان نہیں بن سکتے.

۳- اللہ تعالیٰ کے تنہا الٰہ برحق ہونے پر ایمان:

الٰہ وہ ہوتا ہے جس کی محبت اور تعظیم کے ساتھ عبادت کی جائے، صرف اللہ تعالیٰ کو معبود برحق ماننا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا توحید الوہیت ہے.

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کے پاس یہی دعوت لے کر آئے کہ جو تمہارا رب، خالق اور

رازق ہے وہی تمہاری عبادت کا مستحق ہے. اللہ کو رب ماننے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس بات کا بھی اقرار کیا جائے کہ تمام قسم کی عبادات کا حقدار بھی وہی ہے.

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [البقرہ:۲۱].

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا''

انسان سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اس کے نفع ونقصان کا مالک کون ہے؟ جب وہ یقین کر لیتا ہے کہ ہر قسم کی بھلائی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور ہر قسم کے نقصان سے وہی بچا سکتا ہے تو یقیناً وہ ان طریقوں کو تلاش کرے گا جو اسے اللہ کے قریب کر دیں، جن سے اللہ راضی ہوتا ہے لہٰذا توحید ربوبیت، توحید الوہیت کا دروازہ ہے.

ہر رسول نے اپنی قوم سے سب سے پہلے جو بات کہی وہ یہی تھی:

﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾.

''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' [الأعراف:٦٥].

لآ إِلٰهَ إِلا اللّٰه کے بھی یہی معنیٰ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں.

ہر دور کے مشرکوں نے اسی توحید کا انکار کیا.

آج بہت سے کلمہ پڑھنے والے لآ إِلٰـهَ إِلا اللّٰه کا زبان سے اقرار کرتے ہیں مگر اللہ کی بندگی میں غیروں کو شریک کرتے ہیں لہٰذا عبادت اور بندگی کو سمجھنا بہت ضروری ہے.

عبادت جسم کے ظاہری اعضاء سے کی جاتی ہے اور باطنی اعضاء یعنی دل سے بھی کی جاتی ہے بلکہ ظاہری اعضاء سے عبادت بعد میں ظاہر ہوتی ہے پہلے انسان دل سے اس کی

عبادت کرتا ہے، مثلاً ایک شخص جب یہ دیکھتا ہے کہ اس کو اس دنیا میں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہی اس کا حقیقی مالک ہے، اس کا دل، دماغ، جگر، گردہ غرض جسم کا ہر حصہ اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، جب تک اللہ چاہتا ہے یہ تمام اعضاء صحیح کام کرتے ہیں اور جب وہ چاہتا ہے وہ اس کو موت دیتا ہے، وہی رزق دینے والا ہے، رزق میں فراخی اور تنگی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، اولاد دینا اسی کے اختیار میں ہے ہر قسم کی نعمت اسی کی طرف سے ہے تو:

۱- انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے شدید محبت پیدا ہوتی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾.

''اور مومن تو شدید محبت اللہ سے کرتے ہیں'' [البقرہ:۱۶۵].

۲- اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ ناامید نہیں ہوتا:

﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾.

''اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے'' [الحجر:۵۶].

۳- پھر وہ اللہ ہی پر بھروسہ اور توکل کرتا ہے:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾.

''اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے'' [آل عمران:۱۲۲].

۴- اللہ کے ہر حکم اور ہر فیصلے پر صبر کرتا ہے.

۵- اللہ کے عذاب سے خوف محسوس کرتا ہے.

٦- پھر وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا:

﴿وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ﴾.

''اور وہ (ہدایت یافتہ لوگ) اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' [التوبہ:١٨].

محبت، امید، بھروسہ، رغبت، خوف، خشیت اور انتہائی محبت کے ساتھ غایت درجہ عاجزی اور انکساری دل کی عبادات ہیں، اور یہ پوشیدہ ہیں. دل کی اس کیفیت کے بعد انسان ظاہری اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تاکہ ان افعال کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو سکے اسے توحید عبادت بھی کہتے ہیں.

ایک مومن محبت، خوف اور امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اگر کوئی شخص اللہ سے بغض اور نفرت رکھتے ہوئے اس کی تابعداری کرتا ہے تو وہ عبادت کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا اور اگر اللہ سے محبت تو کرتا ہے مگر اس کی تابعداری بالکل ہی نہیں کرتا تو وہ بھی عبادت کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا.

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں تشہد سکھایا، اس کے ابتدائی الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''التحيات لله والصلوٰت والطيبات''.

''میری ساری قولی، بدنی اور مالی عبادت اللہ کے لیے ہے'' [بخاری:٨٣١، مسلم:٤٠٢].

اللہ تعالیٰ کی قولی بندگی:

اس کی چند اقسام درج ذیل ہیں:

١- اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا، ذکر و اذکار کرنا، سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه اور اللّٰه أكبر

کہنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا.

۲- مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا.

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إن الدعاء هو العبادة". "بے شک دعا عبادت ہے".

پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِی أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِی سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ [غافر:٦٠].

"اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ تکبر کر کے میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل وخوار ہو کر ضرور جہنم میں داخل ہونگے".

[ترمذی:۳۳۷۲، ابوداود:۱۴۷۹].

اللہ تعالیٰ کی بدنی بندگی:

مثلاً نماز، طواف کعبہ، حج، روزہ، جہاد، اعتکاف، سجدہ اور رکوع بدنی بندگی میں شامل ہیں:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِی وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۞ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾.

"کہہ دو! بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں" [الأنعام:۱۶۲،۱۶۳].

اللہ تعالیٰ کی مالی بندگی:

مثلاً قربانی کرنا اور نذر و نیاز دینا، فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾.

''پس اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر'' [الکوثر:۲].

غیر مشروط اطاعت:

جن چیزوں کا تعلق عادات سے ہے جیسے سونا، کھانا پینا، خرید و فروخت کرنا، رزق تلاش کرنا اور نکاح کرنا اگر ایک مسلم ان میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی اطاعت کرتا ہے تو یہ بھی عبادت میں شمار ہوتی ہیں. کیونکہ غیر مشروط اطاعت بھی عبادت ہے، اپنے جسم اور مال غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کرنا اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے؛ کیونکہ عبادت مشروع کرنے والا اور معاملات کا فیصلہ کرنے والا بھی وہی ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾.

''لوگو! تمہارے رب کی طرف سے جو نازل ہوا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو'' [الأعراف:۳].

۴- اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات پر ایمان لانا.

اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات پر ایمان کے چند بنیادی اصول ہیں:

۱- اللہ کے نام اور صفات کا دار و مدار قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین یعنی احادیث صحیحہ پر ہے. ہم اپنی طرف سے اللہ کا کوئی نام یا صفت بیان نہیں کر سکتے.

۲- قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات بیان ہوئے وہ برحق اور حقیقی ہیں. ان کو ان کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا.

ان کے معنیٰ اہل عرب کے ہاں معروف ہیں صرف ان کی کیفیت معلوم نہیں. جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اللہ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے، لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں. اس پر ایمان رکھنا واجب اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے.

یہی حکم اللہ کی تمام صفات مثلاً ہاتھ، انگلیاں، پنڈلی، آسمان دنیا پر نزول وغیرہ کا ہے.

۳- اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کسی بھی مخلوق کے مشابہ نہیں ہیں بلکہ یہ اسماء وصفات اس کمال کو پہنچتی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق اور شایان شان ہیں.

۴- اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کامل ہیں، کسی بھی پہلو سے ان میں کوئی نقص وعیب نہیں، جس طرح اللہ سبحانہ کی ذات ہر پہلو سے کامل ہے اسی طرح اس کی صفات بھی کامل ہیں.

اللہ تعالیٰ "السمیع" یعنی سننے والا "العلیم" یعنی جاننے والا "القادر" یعنی قدرت والا ہے، وہ خوش ہوتا ہے، محبت کرتا ہے، غضبناک ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے، نافرمانوں کو ناپسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے [طٰہ:۵].

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا[النساء:۱۶۴].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا[ص:۷۵].

اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے[مسلم:۷۵۸].

مخلوق اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی کیفیت نہیں جان سکتی اور نہ ہی کسی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کو تشبیہ دی جا سکتی ہے.

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾.

''کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے'' [الشوریٰ:۱۱].

لہذا اللہ تعالیٰ کی صفات کے حقیقی معانی پر ایمان لا کر بغیر کسی تاویل اور تمثیل کے ان صفات کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے جو اسماء وصفات اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے اسے ایک مسلمان تسلیم کرتا ہے اور جس چیز کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نفی فرمائی اس کی نفی کرتا ہے مثلاً اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اس سے خاموش رہتا ہے.

مگر افسوس آج اللہ تعالیٰ کی اسماء اور صفات میں کجروی کی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾.

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش

پر مستوی ہوا'' [الأعراف:۵۴].

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾.

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' [طٰہٰ:۵].

﴿ءَ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُوْرُ﴾.

''کیا تم بے خوف ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے پھر وہ (زمین) ہچکولے کھانے لگ جائے'' [الملک:۱۶].

معاویہ بن حکم سلمیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ایک لونڈی تھی جو بکریاں چراتی تھی، ایک دن بھیڑ یا ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا لے گیا، مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے تھپڑ رسید کر دیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس واقعہ کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے فعل کو برا کہا. میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے میرے پاس لے آؤ'' میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟'' لونڈی نے جواب دیا ''فی السَّماء'' ''آسمان میں''. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''میں کون ہوں؟'' کہنے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے'' [مسلم:۵۳۷].

آیات اور حدیث سے بالکل واضح ہے کہ مومن ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، اگرچہ وہ سنتا ہر جگہ سے ہے. وہ ہر جگہ دیکھتا ہے اس کا علم اور اس کی قدرت ہر جگہ کو گھیرے ہوئے ہے لیکن وہ خود عرش پر مستوی ہے.

اتنے واضح دلائل کے باوجود آج لوگوں میں یہ عقیدہ عام ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، یہ اللہ کی صفات میں تحریف ہے.

افسوس تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والے علماء نے بھی عوام کے اندر اسی عقیدہ کو پھیلایا، سورہ ملک کی آیت نمبر ۱۶ کی شرح میں ان دلائل کا ذکر کیا جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے لیکن دلائل لکھنے کے باوجود اسی عقیدے کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے [تفہیم القرآن، از سید ابو الاعلیٰ مودودی].

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِي أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾.

''اور اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں سو انہی ناموں سے اسے پکارو، اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں، ان کو ان کے کیئے کی ضرور سزا ملے گی'' [الأعراف: ۱۸۰].

جس نے اللہ تعالیٰ کے بعض ناموں یا بعض صفات کا انکار کیا یا اللہ کے نام اور صفات جن حقیقی معانی پر دلالت کرتے ہیں ان کا انکار کیا یا اللہ کے اسماء وصفات کو مخلوق سے تشبیہ دی تو اس کا اللہ پر ایمان درست نہیں.



غیر اللہ کی بندگی کا انکار

اللہ تعالیٰ پر ایمان اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک ایک مسلمان یہ اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی اور عبادت کا حقدار نہیں ہے. یہ لا إلٰــہ کا مطلب ہے یہ شرک کی تمام قسموں کو باطل قرار دیتا ہے.

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلاً أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾.

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو'' [النحل:٣٦].

طاغوت وہ باطل معبود ہیں جو اللہ کے علاوہ پوجے جارہے ہیں اور وہ اپنے پوجے جانے پر راضی ہیں.

لآ إلٰـہَ إلا اللّٰہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ غیر اللہ کے لیے ہر قسم کی عبادت کے باطل ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جائے.

آج ہمارے معاشرے میں غیر اللہ کی جو عبادت کی جارہی ہے اس کے چند مظاہر ملاحظہ فرمائیں اور یاد رکھیے جب تک یہ عقیدہ نہ ہو کہ غیر اللہ کی یہ عبادت اللہ کے ساتھ شرک ہے اور اس شرک سے آدمی کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ مستقل جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے اس وقت تک آدمی مسلم نہیں ہوسکتا.

غیر اللہ کی قولی بندگی:

آج نعتوں اور قوالیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن، حسین، علی رضی اللہ عنہم اجمعین، امام بری اور

علی ہجویری کی محبت کو آڑ بنا کر ان کی تعریف میں غلو کیا جاتا ہے، انہیں مشکلات میں پکارا جاتا ہے:

ع حق مولا علی علی ❀❀ مشکل کشا علی علی

ع بری بری امام بری میری کھوٹی قسمت کر کھری

ع آئے ہیں تیرے در پر تو کچھ لے کر جائیں گے

مصیبت میں اللہ کے سوا کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا ان کی قولی بندگی ہے اور مشرکین مکہ کا شرک بھی یہی تھا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾.

"اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے؛ بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے" [الأعراف: ۱۹۷].

آج کلمہ پڑھنے والے سمندر میں مصیبت آنے پر بھی رسول اللہ ﷺ حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے بنائے ہوئے پیروں فقیروں کو امداد کے لیے پکارتے ہیں جبکہ مشرکین مکہ صرف خشکی پر شرک کرتے تھے سمندر میں خالص اللہ کو پکارتے تھے گویا آج کے کلمہ گو شرک میں مشرکین مکہ سے ایک قدم آگے ہیں.

﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾.

''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں؛ لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں'' [العنکبوت:٦٥].

غیراللہ کی بدنی بندگی:

آج بعض بدنصیب اپنی مشکلات کو دور کرنے کے لیے قبروں کے سامنے باادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، بعض قبروں پر رکوع اور سجدے کی حالت میں گر جاتے ہیں، قبر کا طواف کرتے ہیں، صاحب قبر کو راضی کرنے کے لیے گھنٹوں اس کی قبر پر بیٹھے رہتے ہیں، اس کی قبر پر پڑے پتھروں کو برکت کے لیے جسم پر ملتے ہیں، برکت کے لیے اس کی جھاڑو جسم پر پھیرتے ہیں، غرض بدنی بندگی میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں صالحین کی قبروں پر جا کر ان کی قبر کے پتھر یا درخت سے برکت حاصل کرنا شرک ہے.

ابو واقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، ہمارا کفر کا زمانہ ابھی نیا نیا گزرا تھا، راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا، مشرکین اس درخت کے پاس بیٹھنا باعثِ برکت خیال کرتے تھے اور اپنے ہتھیار بھی برکت کے لیے اس درخت سے لٹکایا کرتے تھے، جب ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ جیسے ان مشرکوں کے لیے ذات انواط ہے آپ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے. آپ نے ''اللّٰه أكبر'' کہا اور فرمایا:

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہی بات کہی جو بنی اسرائیل

نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دو جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگ بڑے جاہل ہو". پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے" [ترمذی:۲۱۸۰].

معلوم ہوا کہ برکت کے لیے اپنی طرف سے جگہیں مقرر کرنا اس چیز کی عبادت کرنا ہے.

غیر اللہ کی مالی بندگی:

بعض کلمہ پڑھنے والے بدنصیب بھی غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرتے ہیں، غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں ان کی منت مانتے ہیں اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں، جعفر صادق رحمہ اللہ کے کونڈے بھرتے ہیں، عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں دیتے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی پانی کی سبیل لگاتے ہیں، یہ غیر اللہ کی مالی بندگی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾.

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کر دی جائے حرام کر دیا ہے" [البقرہ:۱۷۳].

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی لعنت اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے" [مسند احمد عن ابن عباس:۱۸۲۵-۱/۲۱۷].

غیر مشروط اطاعت:

اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے کہ وہ شریعت یعنی قوانین اور احکام نازل فرمائے، ایک مسلمان کی عبادات، معاملات اور زندگی کے تمام شعبے ان احکامات کے مطابق چلنے چاہئیں کیونکہ اللہ

ہی جانتا ہے کہ بندے کے لیے کیا مفید ہے، جو شخص اللہ کی شریعت کی بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء کی آیت نمبر ۶۵ اور ۶۰ میں ان کے ایمان کی نفی کی ہے، جو شخص اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی نظام کو (چاہے سوشلزم ہو، کمیونزم ہو، جمہوریت ہو یا کوئی اور نظام) عادلانہ اور منصفانہ سمجھتا ہے وہ کافر ہے اسی طرح کسی پیر یا فقیر کی بتائی ہوئی شریعت پر چلنا اس کی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾.

''کیا ان لوگوں نے اللہ کے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایسا طریقہ مقرر کیا ہے جو اللہ کا فرمایا ہوا نہیں ہے'' [الشوریٰ:۲۱].

اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿إِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾.

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی'' [التوبہ:۳۱].

رسول اللہ ﷺ نے رب بنانے کا مطلب یوں بیان فرمایا:

''جب ان کے علماء کسی چیز کو حلال کہتے تو وہ بھی اسے حلال جان لیتے اور جب علماء کسی چیز کو اپنی طرف سے حرام ٹھہراتے تو وہ بھی اسے حرام جان لیتے'' [ترمذی:۳۰۹۵].

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں علماء اور درویشوں یا حکمرانوں کی غیر مشروط اطاعت کرنا ان کی عبادت ہے اور یہ شرک اکبر ہے۔

لا إلٰہ إلا اللّٰہ کی شروط

ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کہا اور اسی پر اس کی موت آئی وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو'' [مسلم:۹۴].

لیکن یاد رکھیے کہ لا إلہ إلا اللّٰہ کی گواہی میں کچھ شروط ہیں اگر کسی کے کلمہ میں یہ ساری شرطیں نہیں پائی جاتیں تو اس کو یہ کلمہ فائدہ نہیں دے گا. ان شروط کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- علم:

مسلم بننے کے لیے شرطِ اول یہ ہے کہ اسے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کے معنی معلوم ہوں، اسے معلوم ہو کہ کلمہ پڑھنے کے بعد اسے کن باتوں کو ماننا پڑے گا اور کن باتوں کا انکار کرنا پڑے گا، جو شخص کلمہ کے معنی ہی نہیں جانتا وہ اپنے دل سے کلمہ کے معنی پر اعتقاد ہی نہیں رکھ سکتا لہذا یہ کلمہ اسے فائدہ نہیں دے گا.

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اس حال میں مر جائے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا'' [مسلم:۲۶].

اس علم سے مراد دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے.

۲- یقین:

ایک مسلم کو کلمہ کا مفہوم اچھی طرح سمجھ کر اس پر یقین کرنا چاہیے اور یقین بھی ایسا ہو کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنے دل سے یقین کرتے ہوئے لا إله إلا الله کی گواہی دیتا ہوا سے جنت کی بشارت دے دو'' [مسلم:۳۱].

لہذا جو شخص دل سے اس کلمہ کے معنی پر یقین نہ رکھتا ہو اور شک وشبہ میں پڑا ہوا ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا.

۳- کلمہ کے تقاضوں کو قبول کرنا:

جو شخص دل اور زبان سے اقرار نہیں کرتا کہ وہ کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرے گا مسلم نہیں ہوسکتا. ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جہاد کروں جب تک وہ لا إلـه إلا الله کا اقرار نہ کرلیں، جب لوگ لا إلـه إلا الله کا اقرار کرلیں تو انہوں نے اپنی جان اور اپنا مال مجھ سے بچا لیا البتہ ان سے اس کلمہ کا حق لیا جائے گا اور ان کے دل کا حساب اللہ کے ذمہ ہے'' [بخاری:۲۹۴۶، مسلم:۲۱].

۴- تابعداری اور اطاعت کرنا:

لا إله إلا الله جس چیز پر دلالت کرتا ہے اس کو مان لینا اور اس پر عمل کرنا.

اللہ فرماتا ہے: ﴿وَأَنِيْبُوْا إِلٰى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهُ﴾.

''تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک جاؤ اور اس کی فرماں برداری کرو'' [الزمر:۵۴].

۵- سچائی:

سچائی سے مراد یہ ہے کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ کا اقرار کرے، اگر کوئی اپنی زبان سے اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے لیکن دل سے اس کو سچا نہیں مانتا وہ منافق ہے. منافق ہمیشہ اپنا مفاد

دیکھتا ہے اور ہر آزمائش کے موقع پر اسلام سے بے تعلق ہو جاتا ہے اس لیے یہ کلمہ اس کو فائدہ نہیں دے گا.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”جس انسان نے صدق دل کے ساتھ یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ نے اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا“ [بخاری:١٢٨، مسلم:٣٢].

٦- اخلاص:

عمل کو شرک کی تمام آمیزشوں اور ملاوٹوں سے پاک صاف کرنا اور **لا إله إلا الله** کے اقرار سے کسی دنیاوی فائدے کا حصول، ریا اور شہرت کا طالب نہ ہونا ایمان کی لازمی شرط ہے. ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”لوگوں میں میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو دل کے اخلاص سے **لا إلٰـه إلا الـلّٰـه** کا اقرار کرے“ [بخاری:٩٩].

٧- محبت:

لا إلٰـه إلا اللّٰه سے محبت کرنا اور جس پر یہ کلمہ دلالت کرتا ہے اس سے محبت کرنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے والے اہل توحید سے محبت کرنا ایمان کا جزء ہے.

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت کو پالیا:

١- اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک ساری چیزوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر محبوب ہوں.

۲- کسی سے اللہ کی خاطر محبت کرے.

۳- جب اللہ نے اسے کفر سے نکالا تو دوبارہ اس میں جانا ایسا ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں جانا'' [بخاری:۱۶، مسلم:۴۳].

۸- تمام طواغیت کا انکار کرے اور انہیں باطل سمجھے:

طواغیت وہ باطل معبود ہیں جو اللہ کے علاوہ پوجے جاتے ہیں اور وہ اپنے پوجے جانے پر راضی ہوں. انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ چونکہ اپنے پوجے جانے پر راضی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں اس لیے وہ طواغیت نہیں ہیں.

فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾.

''پس جو شخص معبودان باطلہ کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں'' [البقرہ:۲۵۶].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص لا إلٰہ إلا اللّٰہ کہے اور اللہ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کا انکار کرے اس نے اپنا مال اور جان مسلمانوں کی تلوار سے بچا لیا البتہ اس سے کلمہ کا حق لیا جائے گا اور اس کے دل کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے'' [مسلم:۲۳].

غور فرمایئے کہ صرف کلمہ پڑھنے سے مال اور جان محفوظ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تلوار سے جان اور مال اس وقت محفوظ ہوگا جب وہ اس عبادت کا انکار کرے جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی کرتے ہیں.

صحیح عقیدہ سے انحراف کے اسباب

صحیح عقیدہ سے انحراف کے اسباب کی معرفت ضروری ہے، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

۱- صحیح عقیدہ سے ناواقفیت:

آج مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت دنیا اور اس کی آسائشوں میں مشغول ہے، اسکولوں کے اندر بھی اللہ کے قرآن اور اس کے رسول کی سنت سیکھانے کی طرف توجہ نہیں ہے، وہ صرف مادی اور تفریحی چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں، اکثر وبیشتر والدین بھی صحیح عقیدہ سے بے خبر ہیں، اللہ کے قرآن میں غور وفکر کرنے سے غافل ہیں اس طرح مسلمانوں کی وہ نسل پیدا ہو چکی ہے جو صحیح عقیدہ سے بالکل ناواقف ہے. وہ حق کو باطل جانتی ہے اور باطل نظریات کو دین اسلام سمجھنے لگ گئی ہے.

۲- آبا واجداد کے طریقوں پر جمے رہنا:

ہمیشہ گمراہ لوگ یہی کہتے آئے ہیں:

﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَآءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾.

''بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے اور ہم تو قدم بہ قدم ان ہی کے پیچھے چل رہے ہیں'' [الزخرف:۲۳].

اپنے آبا واجداد کے طریقوں پر جمے رہنا اگر چہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہوں اور آبا واجداد کے طریقوں کے مخالف راستے کو ہرگز قبول نہ کرنا اگر چہ وہ حق ہی کیوں نہ ہو گمراہی کے اہم اسباب میں سے ہے اس طرح قرآن وسنت میں غور وفکر کرنے کی بجائے گمراہ لوگ

اپنے بڑوں کے راستے پر چلتے ہیں.

مگر قیامت کے دن غفلت اور بڑوں کی پیروی کا یہ عذر اللہ قبول نہیں فرمائے گا.

ارشاد فرمایا:﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِيْنَ ۞ أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾.

''اور جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے اس کی اولاد نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) (اور یہ اقرار ہم نے اس لیے کرایا تاکہ) تم قیامت کے دن (یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے بالکل بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے تو ہمیں اس کے بدلے ہلاک کرے گا'' [الأعراف:۷:۱۷۲،۱۷۳].

۳- انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی شان میں غلو کرنا:

معاشرے میں شرک پھیلنے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ شیطان انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے محبت کو آڑ بنا کر ان کی محبت کا رخ اندھی عقیدت کی طرف موڑ دیتا ہے اور پھر یہ گمراہ لوگ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ نفع پہنچانا اور نقصان کو دور کرنا ان کے اختیار میں ہے اور یہ بزرگ ان کے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں، یہ اللہ سے ہمیشہ اولاد

دلواتے ہیں، ہماری اولاد کو زندگی اور صحت بخشتے ہیں، پھر معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ وہ خود ان کی عبادت شروع کر دیتے ہیں، ان کو راضی کرنے کے لیے ان کے نام کی سبیل لگاتے ہیں، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں، قبروں کا طواف کرتے ہیں اور انہی سے دعا اور فریاد کرتے ہیں ان سے مدد طلب کرتے ہوئے "**یا علی مدد، أدرکني یا رسول اللّٰه**" اور "**أغثني یا رسول اللّٰه**" کے نعرے بلند کرتے ہیں.

۴- ضعیف اور موضوع روایات:

معاشرہ میں شرک پھیلنے کا ایک اہم سبب وہ ضعیف اور موضوع روایات ہیں جو عوام ایک عرصہ سے سنتے آ رہے ہیں، صوفیا اور بدعتی لوگوں نے اپنے دروس اور اپنی کتب کے ذریعے ان باطل روایات کو خوب پھیلایا، اگرچہ ان روایات پر مؤثر جرح موجود ہے مگر عوام علمائے حق کی بجائے ان علمائے سو پر اعتماد کر رہے ہیں جو قصے کہانیوں، کرامات اور من گھڑت روایات کے ذریعہ شرک پھیلا رہے ہیں.

۵- کتمانِ حق:

معاشرہ میں شرک کے پھیلنے کا ایک اور اہم سبب حق کا چھپانا ہے، بہت سے علماء جو توحید اور شرک کے فرق کو جانتے ہیں وہ بھی الیکشن میں لوگوں سے ووٹ لینے کی خاطر یا مساجد و مدارس کے لیے چندہ وصول کرنے کے لیے یا جہاد فنڈ لینے کے لیے یا لوگوں کو چالیس دن کے لیے تبلیغی جماعت کے ساتھ نکالنے کے لیے حق کو چھپاتے ہیں کیونکہ توحید و سنت کے بیان سے معاشرہ میں کشمکش پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے.

مشرکوں کی چند اہم صفات

۱- واسطہ اور وسیلہ:

مشرکین ہمیشہ یہی دلیل دیتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارے سفارشی ہیں. مشرکین مکہ بھی یہی کہا کرتے تھے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ [الزمر:۳].

''ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں''.

﴿وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾.

''وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں'' [یونس:۱۸].

آج بھی یہی مثال دی جا رہی ہے کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضروت ہوتی ہے، بادشاہ سے ملنے کے لیے وزیر کی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اللہ سے ملنے کے لیے اولیاء اللہ کی ضرورت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل:۷۴].

''پس اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو، بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''.

اللہ قادر ہے ''کن'' کہتا ہے اور کام ہو جاتا ہے وہ کائنات کا نظام چلانے کے لیے کسی کا محتاج نہیں جبکہ صدر اور بادشاہ سلطنت کا مکمل انتظام خود کرنے سے فطرتاً عاجز ہوتے ہیں، انہیں ایسے مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے جو حکومت میں شریک ہوتے ہیں، وزیر صحت، وزیر بلدیات اور ان کے بعد بلدیاتی ممبران اور سرکاری ملازمین وغیرہ دراصل بادشاہ کی

حکومت میں شریک ہیں.

اللہ ''الغنی'' ہے، الصمد ہے، بے نیاز ہے. حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے میرے بندو! اگر تمہارے اول وآخر سب جن وانس دنیا کے نیک ترین انسان کی طرح نیک دل ہو جائیں میری بادشاہت میں ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول وآخر سب انس وجن دنیا کے بدکارترین شخص جیسے برے ہو جائیں میری حکومت میں ذرہ برابر فرق نہ آئے گا'' [مسلم].

جبکہ صدر اور بادشاہوں کی حکومت لوگوں کی مرہونِ منت ہوتی ہے، اگر عوام خلاف ہو جائیں تو ایران کے بادشاہ کو بھی اپنی جان بچانے کے لیے ملک سے بھاگنا پڑتا ہے، کبھی عوام صدر ایوب کو اور کبھی ذوالفقار علی بھٹو کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیتے ہیں اس لیے یہ بادشاہ عوام کو خوش رکھنے پر مجبور ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ بعض لوگوں کی مدد حاصل کرتے ہیں جو بادشاہ کو لوگوں کی تکلیفوں سے آگاہ کرتے ہیں، اور وہ بادشاہ تک رسائی کے لیے وسیلہ بنتے ہیں.

اللہ ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' ہے دنیا کی نعمتیں مسلمانوں اور کافروں سب کے لیے ہیں، مرنے کے بعد کی زندگی کی نعمتیں صرف اہل ایمان کے لیے ہوں گی دینا کی دولت وہ سب کو دیتا ہے جبکہ بادشاہ اور صدر اپنے حامیوں کو نوازتے ہیں، لیکن فطرتاً اتنے کمزور ہیں کہ ان کے لیے یہ جاننا ممکن ہی نہیں کہ کون اس کے حامی ہیں اور کون اس کے مخالف ہیں، بادشاہوں کو ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کو ان باتوں کی خبر دے، کیا اللہ تعالیٰ کے

بارے میں بھی یہ تصور ہو سکتا ہے؟ اپنے حامیوں کو نوازنے کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ بادشاہوں کے پاس محدود نوکریاں ہیں، محدود خزانے ہیں جس وجہ سے وہ ہر ایک کو وہ چیز نہیں دے سکتے، کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اس کے خزانوں میں بھی کوئی کمی ہے؟ یقیناً نہیں.

کبھی یہ بادشاہ اپنے وزیروں اور درباریوں کی سفارش قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، کیونکہ انہیں ان کی سرکشی کا خوف ہوتا ہے یا ان کے احسان کا بدلہ دینا مقصود ہوتا ہے، اور کبھی ان بادشاہوں کو سفارش کرنے والے سے کوئی غرض بھی ہوتی ہے. یہ ان پر احسان کر کے اپنی غرض پورا کرنا چاہتے ہیں، اور کبھی یہ سفارش کرنے والوں کی محبت میں یوں مجبور ہوتے ہیں کہ انہیں اپنا اصول اور قانون توڑنا پڑتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا سوچنا بھی کفر و شرک ہے، فرمایا:

﴿یٰـأَیُّهَا الَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاکُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ یَّأْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْکَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾ [البقرہ:۲۵۴].

”اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا اس کو اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا، نہ دوستی اور سفارش کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں“.

۲- اللہ اکیلے کا ذکر سن کر ان مشرکوں کے دل تنگ ہوتے ہیں:

فرمایا: ﴿وَإِذَا ذُکِـرَ الـلّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَإِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ [الزمر:۴۵].

''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگی محسوس کرتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں''.

اس آیت میں مشرکین مکہ کا شرک بیان ہوا ہے. آج بھی کلمہ پڑھنے والے مشرکین کا یہی حال ہے جب ''صرف یا اللہ مدد'' کی پکار لگتی ہے تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں اور جب ''یارسول اللہ مدد'' یا ''یا علی مدد'' کہا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں. ان آیات کے بارے میں یہ دھوکا دیا جاتے ہے کہ اس میں ''مـن دونه'' یعنی اللہ کے سوا میں انبیاء کرام اور اولیاء اللہ شامل نہیں، اس سے تو بت مراد ہیں.

حالانکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا:

﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾.

''اور جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم سے کہے گا کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لینا'' [المائدہ:۱۱۶].

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ مریم علیہا السلام کو ''مـن دون الـلّٰه'' میں شامل کیا اور التوبہ کی آیت نمبر ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو اور بنی اسرائیل کے علماء اور مشائخ کو ''مـن دون الـلّٰه'' میں شامل کیا؛ لہذا یہ کہنا کہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ ''من دون اللّٰه'' میں شامل نہیں صرف شیطان کا دھوکہ ہے.



ہماری تخلیق کا اہم مقصد

دراصل شیطان نے آج ان اشکالات میں الجھا کر ہمیں اس عظیم مقصد سے غافل کر دیا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا تھا، فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ مَآ أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۞ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ [الذاریات:۵۶-۵۸].

''اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں، نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ وہ مجھے کھلائیں، اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، قوت والا اور زور آور ہے''.

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، وہ اس بات کا ضرورت مند نہیں ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں درحقیقت ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اس بات کے ضرورت مند ہیں کہ اس کی عبادت کر کے اس کو راضی کریں، اور عبادت بھی ایسی ہو کہ اس کے ساتھ غیر اللہ کی بندگی نہ ہو:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُوْلٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۞﴾.

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم (یعنی شرک) کی ملاوٹ نہیں کی تو ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' [الأنعام:۸۲].

معلوم ہوا کہ ہدایت یافتہ لوگ وہی ہیں جو اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کرتے

کیونکہ اعمال اسی وقت قبول کیے جائیں گے جب وہ شرک سے پاک ہوں:

﴿وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾.

''اور بے شک تمہاری طرف اور تم سے پہلے (نبیوں) کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر (بالفرض محال) تم نے شرک کیا تو بلاشبہ تمہارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم یقیناً خسارہ پانے والوں میں سے ہوجاؤ گے'' [الزمر:٦٥].

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک پر جنت حرام کردی:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾.

''جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کردیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا'' [المائدہ:٧٢].

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے پہلے قوم کو یہی دعوت دیتے تھے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنَ﴾.

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں پس میری عبادت کرو'' [الأنبیاء:٢٥].

نوح، ہود، صالح، شعیب اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو یہ بات کہی:

﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾.

''اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں'' [الأعراف:۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵].

خود رسول اللہ ﷺ نبوت کے پہلے 13 سال مکہ میں لوگوں کو توحید ہی کی دعوت دیتے رہے، اسی طرح ہر دور میں اللہ کے نیک بندے انبیاء کرام کے راستے پر چلتے ہوئے اپنی دعوت کا آغاز توحید اور عقیدہ کی اصلاح سے کرتے رہے پھر اس کے بعد بقیہ دین کے احکام کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اللہ کے نبی ﷺ نے ان ہی کے لیے نجات کی خبر دی.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئی اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی جو سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے'' عرض کیا گیا وہ کون سا گروہ ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ فرقہ ہے جو اس راستہ پر ہوں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں'' [ترمذی:۲۶۴۱].

آپ نے جو خبر دی تھی وہ سچ ثابت ہوئی آج آپ کی امت کی اکثریت کے عقیدوں کی بنیاد کتاب وسنت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عقیدے یونانی فلسفہ، علم الکلام اور تصوف کے اصولوں سے اخذ کر رہے ہیں، اسی طرح بہت سے دین کی طرف دعوت دینے والے ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ فضائل اعمال سنا کر اسی کی دعوت دیتے ہیں- لوگوں کی ناراضگی کی بنا پر یا جماعت میں لوگوں کو شامل کرنے کے شوق میں حق اور باطل کا فرق بیان نہ کرنا بہت بڑا جرم ہے، حق کو چھپانے سے گمراہی کو

پھلنے پھولنے کا موقعہ ملتا ہے اور شرک کو اسلام اور عقیدہ شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والوں کو اسلامی رہنما سمجھا جانے لگتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُوْلٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُوْنَ﴾.

''بے شک جو کھلے دلائل اور ہدایت کی ان باتوں کو جو ہم نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم نے اپنی کتاب میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں'' [البقرہ:۱۵۹].

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ ثَمَناً قَلِيْلاً أُوْلٰئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾.

''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی ان باتوں کو چھپاتے ہیں جن کو اللہ نے نازل فرمایا ہے وہ اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ایسے لوگوں سے کلام کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' [البقرہ:۱۷۴].

ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کرے اور لوگوں کو بتائے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا:

(۱) وہ ''السمیع'' ہے، جہاں بھر کی آوازیں بآسانی سنتا ہے، کیسی کیسی زبانیں ہیں عربی،

اردو، انگریزی، ایک ایک ملک میں دسیوں زبانیں بولی جاتی ہیں، صرف اللہ ہی ہر زبان کو جانتا ہے، انسان حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی زندگی میں ہر زبان کو نہیں جانتے تھے، پھر جس زبان ہی کو انبیاء اور اولیاء نہ جانتے ہوں تو اس زبان میں پکارنے والے کی درخواست کیسے پورا کر سکتے ہیں؟

(۲) وہ ''السمیع'' ہے زمین وآسمان کے ہر کونے سے فریاد کرنے والوں کا مسلسل شور ہے، وہ ہر ایک کی الگ الگ سنتا ہے اور صاف پہچانتا ہے کہ کون پکار رہا ہے، سب کی بیک وقت سنتا ہے، کسی سے بھی غافل نہیں، جبکہ کوئی انسان ایسا نہیں جو بیک وقت سیکڑوں لوگوں کی التجاؤں کو سن سکے.

(۳) وہ ''السمیع'' ہے وہ جہان بھر کی التجاؤں کو سنتا ہے، فاصلہ اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے، یہ تو انسان ہے جو صرف نزدیک سے سن سکتا ہے، دور کی آواز اس کے کانوں میں نہیں آتی، جب وہ دور والوں کی التجا ہی نہیں سن سکتا تو ان کی مشکل کشائی کیسے کرے گا؟

(۴) وہ ''الحی'' ہے اس کے لیے نہ نیند ہے اور نہ ہی اونگھ، دن کے ۱۲ بجے ہوں یا رات کے ۱۲ بجے اس کے لیے برابر ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ سویا کرتے تھے، ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اتنی نیند آئی کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی، آنکھ اس وقت کھلی جب سورج نکل چکا تھا [بخاری: ۵۹۵، مسلم: ۶۸۰]، اگر انبیاء اور اولیاء کرام انسانوں کے مشکل کشا ہوں تو پھر ان کے سونے کا وقت معلوم ہونا چاہئے تا کہ انسان اپنی درخواست اس وقت پیش کرے جب وہ جاگ رہے ہوں، اور یہ بھی سوچئے کہ جس وقت یہ

''مشکل کشا'' سورہے ہوں اس وقت لوگ اپنی مشکلات میں کس کو پکاریں؟

(۵) وہ ''العلیم'' ہے رات کی تاریکی میں، اندھیری چٹان پر، سیاہ چیونٹی کے قدموں کی آہٹ بھی پالیتا ہے، کوئی راز اس کے لیے راز نہیں، وہ ہر راز کو جانتا ہے، کوئی اس کو دل میں پکارے وہ اس کی مشکل کو بھی جانتا ہے، سوچیے اگر انسان لوگوں کے مشکل کشا ہوں تو جو شخص اپنی مشکل کو زبان سے بیان نہیں کرسکتا گونگا ہے تو اس کی مشکلات کو کون دور کرے گا؟

(٦) وہ ''القادر'' ہے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو اگر اول و آخر سب مخلوقات انس اور جن کسی میدانِ عظیم میں جمع ہوکر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کے سوال کو پورا کردوں تو میرے خزانے میں اتنی کمی بھی نہ آئے گی جتنا سمندر کے پانی میں انگلی کے داخل کرنے سے کمی آتی ہے'' [مسلم: ۲۵۷۷]. جبکہ اللہ کے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی زندگی میں بعض معاملات میں مجبور نظر آتے ہیں:

أ- نوح علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی بیوی ان پر ایمان نہیں لائے، اور نوح علیہ السلام ان کو جہنم کے عذاب سے نہ بچا سکے.

ب- لوط علیہ السلام کی بیوی جہنم میں جائے گی اور وہ ان کے کام نہ آسکیں گے.

ج- ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے.

د- محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی تقدیر نہ بدل سکے خواہش اور کوشش کے باوجود ان کی موت کفر پر ہوئی، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا، یعنی اس کے لیے مغفرت کی دعا کی مگر اللہ نے بخشنے سے انکار کردیا.

بتائیے وہ کیسے مشکل کشا ہوگا جو اپنے والد، اولاد اور بیوی تک کی مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں؟

(۷) وہ ''الرحیم'' اور ''الرحمٰن'' ایسا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے''

[بخاری:۷۴۰۴، مسلم:۲۷۵۱].

ایسا مہربان ہے کہ اس کے باغیوں کے لیے بھی دنیا کی نعمتیں اور سہولتیں موجود ہیں، سورج، بارش، ہوا غرض دنیا کی ہر نعمت جہاں اس کی بندگی کرنے والوں کے لیے ہے وہاں اس کے نہ ماننے والے بھی اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، سوچیے وہ کیسے مشکل کشا ہوگا جو نہ ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' ہے، نہ ہی ''قادر'' اور ''قدیر'' ہے، نہ ہی ''سمیع'' اور ''علیم'' ہے جو اللہ کی عظمت کو پہچانے گا اور انسان کی بے بسی کو جانے گا وہ کسی اور کو مشکل کشا نہیں مان سکتا اور نہ ہی کسی اور کو اللہ کا شریک بنا سکتا ہے.

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل جاننے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین.

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۞ وَسَلاَمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۞ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّد وَآلِهِ وَأَصۡحَابِهِ أَجۡمَعِیۡنَ.



❀ دار البلاغ کا مشن ❀

"**دار البلاغ**" کا نصب العین "**صحیح عقیدہ وعمل**" کی نشرواشاعت کے ذریعہ عام مسلمانوں کو ان کے اصلی مقصد زندگی سے روشناس کرانا اور انہیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہے، تاکہ وہ اپنے آپ کو دینی گمراہی اور غفلت کی گہری کھائی سے نکال کر آخرت کی کامیابی اور دنیا کی سعادت وکامرانی، عزت وسربلندی اور ترقی کی راہ پر گامزن کرسکیں، اس سلسلہ میں جو تحریری کاوشیں کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- تجدید ایمان	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۲- حب رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں مشرکانہ عقائد	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۳- نماز نبوی ﷺ (نیا ایڈیشن)	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۴- اسلامی آداب زندگی	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۵-کبیرہ گناہ	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۶- اسلام میں ماہ محرم کی شرعی حیثیت	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۷- مروجہ عید میلا د النبی ﷺ	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۸- ایمان باللہ کی حقیقت	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۹- رجب کے کونڈے	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۱۰- شعبان کی بدعتیں	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۱۱- صبح وشام اور فرض نماز کے بعد کے اذکار ودعائیں	عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ
۱۲- نمازیوں کے لیے تیس خوشخبریاں	عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ
۱۳- جشن عید میلا د النبی ﷺ کی شرعی حیثیت	عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ
۱۴- ماہ رجب، بدعات کے گھیرے میں	عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ
۱۵- عقیدہ التوحید ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان	ترجمہ: عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ